خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

Acd Vol 79

Track 1

Time 30:43

پیرو مرشد کی وصال کے بعد مرید کو فیض روح پر فتوح سے ملتا ہے ۔روح پر فتوح کیا ہے؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ سمجھنا چاہئے کہ روح کیا چیز ہے۔ روح پرفتوح جو ہے وہ تو بعد کی بات ہے۔ پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ روح کیا ہے؟ اور روح کے بارے میں یہ سب جانتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی نورانی چیز ہے کہ وہ ہمارے جسم کو ہماری زندگی کو اور ہمارے جذبات و احساسا ت کو کنٹرول کرتی ہے۔ جب تک وہ چیز یا نورانی شئے یا نورانی ہستی جسم کے اندر رہتی ہے جسم میں حرکت رہتی ہے (آواز غائب ہے) پانی پینے سے متعلق ہو یا زندگی کے کسی بھی شعبے سے متعلق ہو اگر روح اس جسم کے اندر ہے تو اس جسم کی حرکت ہے اور اگر روح جسم کے اندر موجود نہیں ہے تو جسم کی کوئی حرکت نہیں ہے۔ اب یہ کہ روح ہے کیا؟ اس کے بارے میں یہ سوال حضور پاک ﷺ سے بھی لوگوں نے پوچھا کہ یہودیوں نے بھی پوچھا دوسرے لوگوں نے بھی پوچھا۔ قرآن پاک میں اس کا تذکرہ ہے۔ یسئلونک عن الروح ... کہ یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ یسئلونک ... یہ سوال کرتے ہیتم سے روح کے بارے میں ۔ اے پیغمبر ﷺ آپ فرمادیجئے کہ قل الروح ... آپ فرمادیجئے کہ روح من امر ربی ... میرے رب کے امر سے ہے۔ یعنی میرا رب جو ہے اس کا ایک امر ہے۔ اس امر سے روح کا تعلق ہے براہ راست۔ آپ فرمادیجئے روح میرے رب کے امر میں سے ہے۔ وما اوتیتو من العلم ... اور روحانیت کے بارے میں ان کو جو کچھ علم دیا گیا ہے وہ محدود ہے۔ اب اس سے یہ بات بہت واضح طور پر سامنے آگئی قرآن پاک کی اس آیت سے کہ روح کا علم تو ہم میں موجود ہے۔ لیکن اس روحانی علوم کے اوپر ہم یہ دسترس حاصل نہیں کرسکے یا ہم اس کو احاطہ نہیں کرسکے۔ تھوڑا علم ہے۔ آپ فرمادیجئے روح میرے رب کے امر سے ہے اور جو کچھ تمہیں علم دیا گیا ہے وہ محدود ہے۔ وما اوتیتو من العلم ... الا قلیل ... وہ تھوڑا علم ہے۔ تو اب علم کی حیثیت تھوڑا ہے۔ علم ساری جو علم تھوڑا ہے وہ کس شعبے کا علم ہے۔ مثلاً اب دنیاوی مثال ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ صاحب فلاں سائنٹسٹ جو ہے اس کو سمندر کے بارے میں علم ہے۔ کہ سمندر کا پانی کیسا ہوتا ہے۔ سمند رکے پانی کی قسمیں کتنی ہوتی ہیں۔ سمندر کے اندر جو مچھلیاں ہیں وہ کتنے قسم کی ہیں۔ سمندر کے اندر جو دوسری معدنیا ت ہیں، نباتات ہیں، جمادات بھی ہیں۔ وہ کس قسم کی ہیں۔ تو اب ایک سائنٹسٹ کے

بارے میں مثال ناقص ہے دنیاوی بات ہے لیکن سمجھنے کے لئے ہم یہ بات کہہ
رہے ہیں کہ وہ یہ کہے گا کہ صاحب میرا علم جو ہے وہ سمندر کے بارے میں تو
ہے لیکن سمندر اتنا بڑا ہے ، وسیع ہے کہ وہ جو ہماری دنیا ہے اس سے تین گنا
بڑا ہے۔ لہٰذا جب سمندر تین گنا بڑا ہوا توساری دنیا کے مقابلہ میں علوم بھی
سمندر کے مقابلہ میں تین گنا زیادہ ہوئے۔ تو اب یہ کہا جائے گا کہ علم تو ہے
مگر سمندر کے بارے میں تھوڑا علم ہے۔ کوئی ایسا علم نہیں ہے سمندر کے بارے
میں کہ جو ہم یہ کہہ سکیں کہ صاحب ہم نے اس علم کا احاطہ کرلیا ہے۔ اور
ہم یہ جان گئے ہیں کہ سمندر کا پانی کیسا ہوتا ہے۔ اس میں مچھلیاں کتنی
قسم کی ہیں، اس میں معدنیات، نباتات اور جمادات کی کیا حیثیت ہے۔ اب
ابھی حال ہی میں ایک ریسرچ ہوئی ہے سائنٹسٹ بتاتے ہیں کہ سمندر میں اتنی
غذا ہے انسانوں کے لئے اللہ نے اتنی غذا پیدا کردی ہے علاوہ مچھلیوں کے نباتات
کے حساب سے اتنی غذا ہے کہ اگر انسان لاکھوں سال بھی وہ غذا کھاتا رہے۔ تو
کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ اور یہ ایک علم ہے۔ لیکن اس علم کو ہم یہ نہیں
کہہ سکتے کہ وہ آدمی جو ہے وہ کلی طور پر عالم ہوگیا۔ اسی طرح کوئی بھی
اور شعبہ لے لیں۔ حسا ب کا شعبہ ہے اس شعبہ میں بھی لوگ پی ایچ ڈی کرتے
ہیں۔ اس میں کچھ سال کے بعد کوئی اور پی اہچ ڈی کرتا ہے۔ ابھی کچھ سال
اور گزرتے ہیں کوئی اور پی ایچ ڈی کرتا ہے۔ تو پی ایچ ڈی حالانکہ کسی علم کی
انتہا ہے۔ یعنی ایم اے کرنے کے بعد جو علم کی انتہا ہے یا علم کی بڑائی ہے اس
کو پی ایچ ڈی کہتے ہیں۔ یعنی اس نے اس علم کو اتنا زیادہ سمجھ لیا ہے کہ جو
علم کے سمجھنے کے قریب وہ پہنچ گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسی
شعبہ میں جب اور لوگ پی ایچ ڈی کرتے ہیں اور دوسرے لوگ تھیسس لکھتے ہیں
اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس علم کی جو حیثیت ہے وہ ابھی پوری طرح واضح
نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے جو آدمی اس شعبہ میں جاتا ہے وہ آدمی اس شعبہ
میں تفکر کرتا ہے، غور کرتا ہے ، تحقیق کرتا ہے، تھیسس لکھتا ہے وہ ایک نئی
چیز دریافت کرلیتا ہے۔ اور یہ انسانی ساخت کا مسئلہ ہے۔ اب انسانی ساخت
میں پہلے تو یہ سمجھا جاتا تھا بھئی ایک نطفہ ہوتا ہے اس سے بچے پیدا ہوجاتے
ہیں۔ لیکن آج جب اس پہ ریسرچ ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس نطفہ میں پتہ نہیں
کتنے کروڑوں لاکھوں جو ہیں جرثومے ہوتے ہیں۔ ان جرثوموں میں کتنے جو ہیں
مرجاتے ہیں کتنے زندہ رہتے ہیں۔ پھر ان کا فنکشن سمجھ میں آیا کہ صاحب کہ
ایک جرثومہ اندر چلا جاتا ہے پھر وہ انڈے میں چلا جاتا ہے۔ پھر وہاں سے پھر اس
کی ریسرچ ہوتے ہوتے ہوتے یہاں تک ریسرچ ہوئی کہ اب وہ جناب جین دریافت
کرلئے ہے کہ مائیکرواسکوپ سے بھی جین نظر نہیں آتے اتنا وہ باریک ہے کہ
مائیکرو اسکوپ سے بھی جین نظر نہیں آتے لیکن انہوں نے بہرحال اس کسی نہ
کسی صورت سے تلاش کرلیا۔ اب جین کے بارے میں اب وہ کہتے ہیں کہ اگر جین
کے اندر ریسرچ کی جائے اور جین کی جو اپنی صلاحیتیں ہیں اور جین کی جو اپنی
حیثیت ہے اس کے اوپر تفکر کیا جائے تو وہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ جین جو

مائیکرواسکوپ سے بھی نظر نہیں آتا اس ایک جین کے اندر یہ بھی ہوتا ہے کہ
بچے کے بال کیسے ہوں گے۔ کالے ہوں گے یا بھورے ہوں گے۔ گھنگریالے ہوں گے یا
لمبے ہوں گے۔ بچے کی آنکھ کیسی ہوگی۔ آنکھوں کے اندر جو پتلی ہوتی ہے
اس کا رنگ کیسا ہوگا۔ سفید ہوگا، کالا ہوگا۔ ہرا ہوگا۔ نیلا ہوگا۔ اور ہاتھ
کیسے ہوں گے۔ ناخن کیسے ہوں گے۔ یعنی اس جین میں اتنی زیادہ چیزیں اللہ
تعالیٰ نے بھر دی ہیں اور لکھ دی ہیں یا نقش کردی ہیںاس جین سے یہ پتہ چل
جاتا ہے کہ یہ جو اوپر سے جو نسل آرہی ہے اس نسل میں کتنی بیماریاں ہیں۔
کتنی کمزوریاں ہیں۔ کس قسم کی طرز فکر ہے۔ لیکن اس کے باوجودابھی ہم
یہ نہیں کہہ سکتے۔ تخلیقی عوامل کی ریسرچ میں ہم اس طرح کامیاب ہوگئے
ہیں کہ مزید اس کو دیکھنے کی گنجائش نہ ہو۔ تو زندگی کا یا دنیا کا کوئی بھی
شعبہ ہو ،علمی شعبہ ۔ تو اس علم کی کبھی تکمیل نہیں ہوتی۔ علم کا منشاء
یہ ہے کہ اس کی کوئی انتہا نہ ہو۔ اور اس کی کبھی تکمیل نہ ہو۔ اگر علم
کی کسی بنیاد پر تکمیل ہوجائے گی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نوع انسانی کا
جو ارتقاء ہے اور نوع انسانی کا جو شعور کا نشو و نما ہے شعوری روزانہ اضافہ
ہورہا ہے وہ رک جائے گا۔ اب یہ اللہ تعالیٰ روح کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں ... قل الروح من امر ربی ۔ اے پیغمبر ۔ آپ فرمادیجئے روح میرے رب
کے امر سے ہے۔ اور جو کچھ تمہیں علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے۔ تو اب اس سے
یہ بات ہمارے سامنے آگئی کہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ روح کا علم کسی کو
حاصل نہیں ہے۔ اچھا جب روح کا علم ہے تو ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہم
روح کا علم نہیں سیکھ سکتے۔ جس طرح ہم دوسرے علوم سیکھ سکتے ہیں۔
اسی طرح ہم روحانی علوم بھی سیکھ سکتے ہیں۔ اب یہ جو روح کیا ہے۔ اس
میں قرآن پاک کے نقطہ نظر سے تو یہ ہے کہ وہ امر رب ہے۔ امر رب سے ہے۔
امر رب بھی نہیں ہے۔ بلکہ امر رب کا ایک حصہ ہے۔ من امر ربی۔ میرے رب
کے امر سے ہے۔ اب امر کا ترجمہ عام طور پر کہا جاتا ہے حکم سے ہے۔ تو یہ
حکم سے تو کوئی بات بنتی نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ... کہ ہم یہ کہیں گے کہ
روح اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو
سب ہی کچھ ہے۔ آسمان بھی اللہ کا حکم ہے۔ چاند بھی اللہ کا حکم ہے۔
ستارے بھی اللہ کا حکم ہیں۔ سورج بھی اللہ کا حکم ہے۔ تو روح کے ساتھ یہ
تخصیص کہ روح جو ہے اللہ کا حکم ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اب من
امر ربی کا اگر مزید مطالعہ کیا جائے اور قرآن پاک میں ڈھونڈا جائے کہ امر رب
کیا ہے۔ تو سورہ یسین میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ... انما امرہ ۔ اب اس میں
یہ دیکھیں اس میں صاحب اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے
رب کے امر سے ہے۔ یعنی روح جو ہے امر رب ہے۔ اب ہم تلاش کریں گے کہ امر
رب کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ خود ہی فرماتے ہیں انما امرہ یعنی امر کی

Definition

بیان کرتے ہیں، تعریف بیان کرتے ہیں۔ امر ... اللہ کا امر یہ ہے ... انما امرہ
اس کا امر یہ ہے کہ اذا ارادا ... جب وہ ارادہ کرتا ہے ... انما امرہ اس کا ارادہ
یہ ہے یعنی ارادہ کرتا ہے امر ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کن ۔ انما امرہ اذا ارادا
شیاء جب امر کسی چیز کے وجود کا ارادہ کرتا ہے یا کسی چیز کی تخلیق کا
ارادہ کرتا ہے۔ انما امرہ اذا ارادا شیاء ان یقول لہ ... وہ کہتا ہے کن تو فیکونہ
یعنی روح اللہ کا امر ہے۔ اور امر اللہ کا ارادہ ہے۔ امر اللہ کا ارادہ ہے اور
ارادہ جب حرکت میں آتا ہے تو ارادہ کہتا ہے کن ۔ اور جیسے ہی اللہ کا ارادہ
حرکت کرتا ہے کن کہنے کے بعد اسی لمحہ کائنات بن جاتی ہے۔ اب یہ کچھ

Equation

یا فارمولا اس طرح بنا کہ یہ ساری کائنات اللہ کے ارادہ سے تخلیق ہوئی۔ اللہ
نے ارادہ کیا تو یہ کائنات ساری تخلیق ہوئی۔ اب ایک ارادہ ہوا، ایک امر ہوا ایک
رب ہوا۔ اب یہ پھر تین چیزیں ہوگئیں۔ یسئلونک عن الروح ۔ یہ آپ سے روح کے
بارے میں سوال کرتے ہیں۔ قل الروح من امر ربی ... میرے رب کے امر سے ہے۔
امر الگ ہوگیا۔ رب الگ ہوگیا۔ ارادہ الگ ہوگیا۔ ارادہ کی حرکت الگ ہوگئی۔
پھر اس کو دوبارہ ... آپ سے یہ لوگ سوال کرتے ہیں روح کے بارے میں آپ
فرمادیجئے اے محمد ۔ کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔ یعنی روح کیا ہے۔ ایک
روح ہے۔ ایک امر ہے۔ ایک رب ہے۔ رب کا امر جو ہے وہ روح ہے۔ روح اس کو
کہہ لیں۔ رب کا امر روح ہے۔ اور امر یہ ہے کہ وہ ارادہ ہے اللہ کا۔ اور ارادہ
یہ ہے کہ جب وہ حرکت میں آتا ہے ۔ اللہ کا رادہ جب حرکت کرتا ہے تو وہ
ارادہ کہتا ہے کن۔ اس ارادہ میں ایک فورس ہے ایک طاقت ہے۔ کہ جو چیز وہ
چاہتا ہے ہوجائے اس کو وہ کہتا ہے کن اور وہ چیز بن جاتی ہے۔ یہی صورت
کائنات کی ہوئی۔ کہ کائنات کو جب اللہ نے کہا کن ۔ اللہ کے ارادہ نے کہا کن
وہ کائنات تخلیق ہوگئی۔ اور یہ بات سمجھ میں آگئی کہ روح جو ہے اس کا
تعلق براہ راست اللہ سے ہے۔ ایک ایسا تعلق اللہ سے ہے کہ اس تعلق کو کسی
بھی صورت سے ہم نہ تو دور رہ سکتے ہیں۔ نہ اس میں کوئی

separation

آتا ہے۔ نہ وہ کسی صورت سے معطل ہوتا ہے۔ وہ ایک اللہ کا ایک حکم ہے
اللہ کا ایک امر ہے۔ جو وہ اس کائنات کو تخلیق کررہا ہے۔ اب وہ روح کی کیا
شکل و صورت ہے۔ اب روح کی شکل کی صورت اب اللہ کی شکل و صورت
میں اور روح کی شکل و صورت میں فرق ہونا چاہئیے۔ اسلئے کہ اللہ خالق ہے۔
اور بندہ کے اندر جب روح منتقل ہوئی تووہ حیثیت مخلوق کی ہوگئی۔ تو خالق
اور مخلوق میں حد قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ خالق ان تمام صفات سے
مبرا ہو جو مخلوق کی ہے۔ اس لئے کہ مخلوق جو ہے وہ خالق کی تخلیق ہے۔
خالق کے حکم کے تحت ایک چیز بنی ہے۔ تو اگر مخلوق اور خالق کو ہم ایک ہی
صورت و شکل میں اور ایک ہی پلڑے میں رکھیں گے تو خالق اور مخلوق کا جو

درمیانی فاصلہ ہے وہ ختم ہوجائے گا۔ تو مخلوق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس
کے اندر وہ تمام صفات موجود ہو جو اسے خالق سے منتقل ہوئی ہیں۔ لیکن
خالق کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان تمام صفات سے بے نیاز ہو جو مخلوق میں
ہیں۔ تو اب اس کی شکل تو روح کی ہوئی۔ تو اب شکل روح کی جو بیان کی
جاتی ہے روحانیت میں یا تصوف میں وہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جیسا آدمی ہے
ویسے ہی اس کی روح کی شکل و صورت ہے۔ جیسا بھی آدمی ہے ویسی اس
کی روح کی شکل و صور ت ہے۔ اب روح کی شکل و صورت کا دیکھنا ایک تو یہ
ہے کہ ہم ریاضت کریں، مجاہدے کریں ۔ پیغمبروں کی سنت پر عمل کرتے ہوئے
مراقبے کریں۔ بستیوں سے دور جاکر غور و فکر کریں۔ گیان دھیان کریں۔
مسجدوں میں بیٹھ کر اعتکاف کریں۔ یعنی اس جسم سے اس مادی جسم سے
اپنا ذہن ہٹا کر اس چیز کی تلاش کریں جو چیز مادی جسم کو متحرک کئے ہوئے
ہے۔ جو چیز مادی جسم کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ اور جب تک وہ چیز وہ ہستی
وہ شکل و صورت اس مادی جسم کو حرکت میں رکھتی ہے اس کی حرکت
موجود ہے۔ اور جب وہ ہستی وہ شئے اس مادی جسم سے اپنا رشتہ توڑ لیتی
ہے اس مادی وجود کی حیثیت ختم ہوجاتی ہے۔ تو روح کی جو شکل و صورت
ہے وہ وہی ہے جو ہماری شکل و صورت ہے۔ اب ایک صورت تو وہ ہوئی کہ
ہم آپ مجاہدہ سے اس سے اس سے اس کو تلاش کریں۔ لیکن مجاہدہ سے
اعتکاف سے ، مراقبوں سے روح جو ہے اسی وقت ہمارے سامنے آسکتی ہے جبکہ
پہلے سے روح دیکھنے کی صلاحیت ہمارے اندر موجود ہو۔ ایک بچہ ہے وہ

Retarded

ہے دماغی طور پر۔ اس کے اندر علم حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ آپ
اس کو اچھے سے اچھے اسکول میں داخل کردیں وہ کچھ بھی نہیں پڑھ سکے گا۔
اس لئے کہ اس کا دماغ ہی نہیں ہے۔ اس کے اندر الف بے تے کو پہچاننے کی
صلاحیت نہیں ہے۔ جب اس کے اندر الف بے تے پہچاننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے
تو وہ کوئی بھی علم نہیں سیکھ سکتا۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو بچے علم
سیکھ لیتے ہیں ۔ جو بچے علم حاصل کرلینے کے بعد بڑی بڑی ڈگریاں حاصل
کرلیتے ہیں ۔ پی ایچ ڈی ہوجاتے ہیں ۔ ان کے اندر علم سیکھنے کی صلاحیت
موجود ہے اس لئے وہ سیکھ لیتے ہیں۔ ایک پاگل آدمی کبھی پی ایچ ڈی نہیں
ہوتا۔ پی ایچ ڈی کیا وہ پہلی جماعت بھی نہیں پڑھ سکتا۔ تو اب یہ راز کھلا کہ
علم حاصل کرنا بھی اسی وقت ممکن ہے کہ جب پہلے سے علم حاصل کرنے کی
صلاحیت آدمی کے دماغ میں موجود ہو۔ کیوں بھئی کوئی آدمی پاگل آدمی،

Retarded

بچے ہوتے ہیں اور کوئی اسکول میں پڑھتے ہیں بھئی؟ اس لئے نہیں پڑھتے ہیں
کہ ان کے اندر علم کو اخذ کرنے ، علم کو سیکھنے، علم کو پاکر اس کو پھیلانے کی
، اس کے اندر فکر کرنے کی ، اس کے علم کے اندر سے نئے نئے فلسفے کی شاخیں

نکالنے کی سکت ہی نہیں ہے۔ صلاحیت ہی نہیں ہوتی۔ تو اب یہ روح کی
صلاحیت بھی اگر موجود ہوگی تو ہم روحانی علوم سیکھیں گے۔ جس طرح
دنیاوی علوم کی صلاحیت کے بغیر ہم دنیاوی علوم نہیں سیکھ سکتے۔ اسی طرح
اگر ہمارے اندر روحانی علوم سیکھنے کی صلاحیت نہ ہو ہمارے اندر روحانی
علوم کے ساتھ ساتھ روح کو دیکھنے کی صلاحیت موجود نہ ہو تو ہم نہ روح کو
دیکھ سکتے ہیں اور نہ روح کے علوم سیکھ سکتے ہیں۔لیکن اب اللہ تعالیٰ کا
ایک نظام ہے وہ نظام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود کہہ دیا ... وما اوتیتا من العلم
الا قلیل ... میں نے تو روح کا علم دے دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ دیا کہ
روح کا علم دے دیا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہم روح کو دیکھ بھی
سکتے ہیں۔ اور روحانی علوم سیکھ بھی سکتے ہیں۔ اچھا اب یہ تلاش کرنا ہے
کہ کیا کوئی ایسی صورت زندگی میں واقع ہورہی ہے کہ جس صورت کو ہم یہ
کہیں کہ یہ ہمارے اوپر اس بات کا انکشاف کررہی ہے کہ یہ ہماری روح ہے۔ یا
ہم روح سے واقفیت حاصل کرسکتے ہیں۔ روح کے بارے میں جیسے ابھی میں نے
آپ کوعرض کیا روح نور ہے یا روشنی ہے۔ یہ جو روح نے ایک آدمی بنا کر کھڑا
کیاپتلا۔ یہ مادّہ ہے۔ اب یہ بالکل الگ بات ہے کہ یہ جو مادی جسم جو ہے جن
عناصر سے بنا ہے وہ عناصر کس بنیاد پر قائم ہے۔ بات بہت لمبی ہوجائے گی۔
بہرحال ایک مادہ ہے ایک روشنی ہے۔ اب ہم یہ جانتے ہیں ہمارا یہ تجربہ ہے
کہ مادہ جو ہے وہ ہر ہر قدم پر پابند ہے۔ ہر ہر قدم پر محدود ہے۔ہر ہر
قدم پر متغیر ہورہا ہے۔ اور ہر ہر قدم پر وہ قید و بند میں زندگی گزار رہا
ہے۔ اب یہ ہمارا جسم ہے۔ اس جسم کے بارے میں یہ ہے کہ جب تک آپ ٹائم
اسپیس سے نہیں گزریں گے آپ مسجد تک نہیں پہنچیں گے۔ مسجد تو سامنے آپ
کو نظر آرہی ہے۔ لیکن مسجد تک جانے کے لئے ضروری ہے کہ آپ زمین کے اوپر
چلیں۔ یعنی مسجد کے اور مراقبہ ہال کے درمیان جو زمین ہے جو فاصلہ ہے اس
فاصلے کو آپ کو طے کرنا ہے۔ اس فاصلے کو طے کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے لئے
ضروری ہے کہ اس فاصلے کو طے کرنے میں آپ کو کتنا وقت لگا۔ ایک منٹ لگا،
دو منٹ لگے، پانچ منٹ لگے، تین منٹ لگے۔ تو اب ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم
ایک جگہ سے دوسری جگہ جب جاتے ہیں وہ جگہ کتنی ہی قریب ہو اور کتنی
ہی دور ہو تو اس میں یہ لازم ہے کہ ہم اس فاصلے کو بھی طے کریں ۔ یعنی
اسپیس کو بھی طے کریں۔ اور اسپیس کو طے کرنے کے ساتھ ساتھ وقت بھی
لگائیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ اسپیس کو طے کرلیں اور آپ کا اس میں وقت
خرچ نہ ہو۔ ٹھیک ہے ایک منٹ خرچ ہوگا۔ آدھا منٹ خرچ ہوگا۔ ایک سیکنڈ خرچ
ہوگا۔ خرچ ضرور ہوگا۔ وقت ضرور لگے گا۔ وقت لگائے بغیر آپ کوئی اسپیس
جو ہے وہ طے نہیں کرسکتے۔یہ ہماری ایک مادی زندگی ہے جو ہمارے سامنے
ہے اور جس کا تجربہ ہمیں ہر وقت ہوتا ہے۔ گھر میں بھی ہوتا ہے۔ دفتر میں
بھی ہوتا ہے۔ سڑک پہ بھی ہوتا ہے۔ ہر جگہ ہوتا ہے۔ اب تلاش کرنا یہ ہے کہ
جس طرح یہ مادی جسم ٹائم اسپیس کے بغیر کوئی بھی حرکت نہیں کرسکتا کیا

ہمارے ساتھ کوئی ایسی صورت واقع ہورہی ہے یا کوئی ایسی صلاحیت ہم دیکھ
رہے ہیں کہ جس صلاحیت میں یہ ٹائم اسپیس کا جو مرحلہ ہے یہ ختم ہوجاتا
ہے۔تو اس کے بارے میں آپ غور کریں وہ خواب کی صورت ہے۔ جب ہم سوجاتے
ہیں تو سونے کی حالت میں ہمارے اندر سے ایک آدمی نکلتا ہے۔ وہ آدمی بظاہر
ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ہم ہیں ۔ لیکن اس آدمی کی صلاحیت یہ ہوتی ہے کہ
وہ ٹائم اسپیس سے آزاد ہوجاتا ہے۔ کبھی نظر آتا ہے کہ کوئی آدمی اندر سے
نکلا اور آسمانوں میں اڑ رہا ہے۔ جبکہ مادی جسم کبھی آسمانوں میں نہیں اڑ
سکتا۔ خلاء میں نہیں جاسکتا، اڑ سکتا ۔ کبھی یہ نظر آتا ہے کہ آپ کراچی میں
سوئے معلوم ہوا کہ صاحب امریکہ میں نیو یارک میں ٹہل رہے ہیں۔ وہ بارہ
تیرہ گھنٹے کا وقفہ ہوائی جہاز کا اور پیدل اگر آپ چلیں گے تو مہینوں لگ جائیں
گے چھ مہینے لگ جائیں گے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی صلاحیت آپ کے
اندر موجود ہے کہ جب وہ صلاحیت بیدار اور متحرک ہوتی ہے تو چھ مہینے کا
فاصلہ سیکنڈوں اور منٹوں میں جو ہے منتقل ہوجاتا ہے۔ یہ ہر شخص زندگی
میں خواب ضرور دیکھتا ہے۔ مثلاً اب یہاں اللہ والے لوگ ہوتے ہیں ۔ بہت اچھے
لوگ ہوتے ہیں جو جن کو حضور پاک ﷺ سے محبت ہے۔ درود شریف کی کثرت
کرتے ہیں۔ وہ یہ دیکھتے ہیں صاحب یہاں سوئے اور وہاں مسجد نبوی میں کھڑے
ہوئے ہیں روضہ شریف کے سامنے کھڑے ہوکر جناب الصلوٰۃ والسلام علیک یا
رسول اللہ پڑھ رہے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ یہ وقت یہ وقت لمحہ یا ٹائم جسے
آپ کہہ رہے ہیں اور یہ اسپیس کہاں چلی گئی۔ جبکہ اگر آپ کراچی سے مدینہ
منورہ جائیں تو آپ کو پیدل راستے چلنے میں دو تین مہینے تو لگ ہی جائیں گے۔
زیادہ ہی لگیں گے۔ تو اب پتہ یہ چلا کہ ہر انسان کے اندر ایسی صلاحیت موجود
ہے کہ اگر وہ اس صلاحیت سے فائدہ اٹھانا چاہے تو وہ ٹائم اسپیس کی جو حد
بندیاں ہیں وہ توڑ دیتا ہے۔ اور یہی روحانی صلاحیت ہے۔ اور وہ جو آپ دیکھتے
ہیں کہ یہاں سے آپ کے اندر جو ایک آدمی نکلا اور مدینہ منورہ پہنچ گیا یا خانہ
کعبہ میں پہنچ کر وہ طواف کررہا ہے۔ وہ بندہ جو ہے وہ بندہ یہ بندہ نہیں
ہے۔ جسمانی بندہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ مادی جسم جو ہے یہ پابند ہے ٹائم
اسپیس کی۔ پوری حرکات و سکنات پابند ہیں اس کی ٹائم اسپیس کی۔ تو اب
ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ آدمی وہ بندہ جو خواب میں ہمارے اندر سے نکل
کر جبکہ ہمارا جسم چارپائی پر پڑ ا ہوا ہے ۔ ہمارا مادی جسم وہاں نہیں ہے۔
جو بندہ نکل کر ٹائم اسپیس کی حد بندیوں کو توڑ کر خانہ کعبہ چلا جاتا ہے یا
مدینہ منورہ میں حاضری دیتا ہے وہ اصل میں روح ہے۔ روح کا جسم ہوتا ہے۔
تو روح کا علم ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ہمارے اندر ایک اور آدمی ہے وہ آدمی جس کا
نام محمود ہے تو محمود اس بات کو جانتا ہے دنیا کا ہر محمود اس بات کو جانتا
ہے کہ جس طرح کہ مادی محمود ہے جو ایک قدم اٹھانے کے لئے ٹائم کا بھی
محتاج ہے، اسپس کا بھی محتاج ہے۔ اسی کے اندر ایک اور محمود ہے۔ کہ جب
وہ قدم اٹھانا چاہتا ہے تو اس کا ایک قدم کراچی میں اٹھا تو دوسرا قدم مدینہ

منورہ میں۔ یہ روح کا علم ہے۔ اب اس روح کو پکڑنے کے لئے ۔ اس روح کو
سمجھنے کے لئے اور اس محمود کو صحیح معنوں میں اپنے اختیار سے حرکت دینے
کے لئے یہ روحانی علوم سکھائے جاتے ہیں اور پڑھایا جاتا ہے۔ تو یہ جب یہ آدمی
جان لیتا ہے کہ میرے مادی جسم کے علاوہ ایک اور بھی جسم ہے اور وہ جسم
حرکت بھی کرتا ہے ۔ آپ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ خواب میں آپ کے اندر سے روح
نکلی اور اس روح نے کہیں جاکے کچھ کھایا۔ آپ نے بریانی کھائی اس کی خوشبو
بھی آئی آپ کو ذائقہ بھی آیا سب کچھ ہوا اور جب آپ کی آنکھ کھلی تو آپ
جناب بڑے خوش ہو کر اپنے بچوں کو اپنے والدین کو دوستوں کو بتاتے ہیں بھئی آج
میں نے عجیب خواب دیکھا ہے ۔ بڑی اچھی دعوت تھی بہترین تھی بھئی میں نے
پلاؤ کھائی، بریانی کھائی خوشبوئیں آرہی ہیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے یہ
بزرگوں کا تجربہ ہے یہاں بھی ممکن ہے کچھ لوگ ایسے بیٹھے ہوں کہ وہ کھانا
کھاتے ہیں اور جب آنکھ کھلتی ہے تو کھانے کی خوشبو ابھی تک موجود رہتی
ہے۔ کوئی پھل کھاتے ہیں تو خواب سے بیدار ہوتے ہیں تو پھل کا ذائقہ زبان پہ
موجود رہتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری جو زندگی ہے دو ہیں۔ ایک
زندگی ہماری ٹائم اسپیس میں بند زندگی ہے۔ یہ ہماری مادی زندگی ہے۔ اور
ایک زندگی ہماری جو ہے ٹائم اسپیس سے آزاد زندگی ہے۔ اس زندگی میں بھی
ہم اسی طرح رہتے ہیں۔ اسی طرح کھاتے ہیں۔ اسی طرح پہنتے ہیں۔ اسی
طرح چلتے پھرتے ہیں لیکن وہاں ٹائم اسپیس سے آزادی حاصل کرکے تمام جو
خواہشات ہیں ان کی تکمیل کرتے ہیں۔ تو یہ روح کا ایک ... اب یہ کہ یہ روح
پر فتوح اور پر فتوح ... روح پرفتوح جو ہے یہ تصوف کی اصطلاحات ہیں۔ اس
میں روح کے بے شمار سفر کے علم حاصل کرنے کے بے شمار شعبے ہیں۔ جیسے
آپ کہتے ہیں کہ صاحب بچے کو نرسری میں داخل کردیا۔ نرسری سے پہلی میں
کردیا۔ پہلی سے دوسری میں کردیا۔ پھر میٹرک ہوگیا پھر بی اے ہوگیا پھر ایم اے
ہوگیا پھر پی ایچ ڈی ہوگیا۔ اسی طرح روحانی علوم کی بھی اسٹیج ہیں اور
کلاسیں ہیں۔ تو یہ روح پر فتوح جو ہے یہ ایک کلاس ہے۔ جو انتہائی درجے میں
پڑھائی جاتی ہے۔ ورنہ اس سے پہلے جو کلاسز ہیں وہ اس کی الگ الگ نام ہیں
۔ جیسے آپ کہتے ہیں کے جی۔ نرسری۔ کے جی ٹو۔ کے جی کیا بہت سارے نام
ہیں۔ اسی طرح روحانی کلاسز کے بھی نام ہیں۔ اس میں ورود ہے، غنود ہے،
خواب ہے، کشف ہے، الہام ہے، وحی ہے، مراقبہ ہے۔ آپ کا مراقبہ کے بعد سیر
ہے۔ سیر کے بعد فتح ہے ۔ فتح کے بعد انسلاخ ہے۔ انسلاخ کے بعد حضوری وغیرہ
وغیرہ۔ اس کی بہت ساری کلاسز ہیں۔ ان کلاسز کے الگ الگ نام ہیں۔ روح پر
فتوح ایک ایسی کلاس ہے جس میں کوئی بھی آدمی وہ شیخ ہو یا عام آدمی ہو
اس میں استاد۔ اب کہتے ہیں کیسے منتقل کردیتا ہے۔ اب دیکھئے ایک بچے اسے
آپ کلاس میں بھیجتے ہیں ۔ ظاہر ہے وہاں تو چھوٹے بچوں کو کھلونے، گڑیا، اور
یہ وہ سب دے جاتے ہیں۔ لیکن وہی بچے جو ابھی الف نہیں جانتا بے نہیں
جانتا ۔ سیب اور کیلے سے پہچانتا ہے شکل و صورت سے وہی بچے آپ کو جب

اس کی ماں کہے گی منہ کلمہ سناؤ وہ اپنی زبان میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سنادے گا۔ بات کیا ہے کہ وہ اسکول کی تعلیم اپنی جگہ ہے لیکن ماں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا علم جو ہے وہ بچے کے اندر منتقل کردیا۔ اس طرح کہ بچے کو کوئی کام نہیں کرنا پڑا۔ بچے کو اسکول بھی نہیں جانا پڑا۔ بچے کو ہوم ورک بھی نہیں کرنا پڑا۔ بچے کو قلم بھی نہیں لینی پڑی۔ پنسل بھی نہیں لینی پڑی۔ تو یہ دنیا میں بھی ہوتا ہے۔ اسی صورت سے وہ جو روح پر فتوح فتح کا جو میں نے ابھی بتایا ہے کلاس فتح کی بھی ہے تو فتح والے لوگ جو ہیں وہ ایسے علوم منتقل کردیتے ہیں اپنے شاگردوں میں جس طرح ماں باپ کلمہ پڑھا دیتے ہیں، الحمد شریف یاد کرا دیتے ہیں، قل ھوا اللہ شریف پڑھا دیتے ہیں۔ اور وہ جو روح پر فتوح ہے روح پر فتوح کا مطلب یہ ہے کہ وہ زندہ ہو جب بھی روح پر فتوح ہے۔ اور اگر وہ مر جائے انتقال کرجائے تب بھی وہ روح پر فتوح ہے اس لئے قانون یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ اس مادی زندگی میں اپنی روح سے واقفیت حاصل کرلیتا ہے تو وہ مرنے کے بعد بھی روح کا عالم ہوتا ہے اس لئے کہ یہ مادی جسم تو عارضی ہے، فکشن ہے۔ تو جس آدمی نے اصل معلوم کرلی فکشن رہے نہ رہے وہ مرنے کے بعد بھی یہ جو بزرگ ہیں، اولیاء اللہ ہیں ان کو فتح حاصل ہوجاتی ہے۔ اپنی روح سے واقفیت حاصل کرلیتے ہیں۔ جس طرح زندگی میں وہ اپنے شاگردوں کو وہ علم سکھاتے ہیں یا منتقل کردیتے ہیں اسی طرح وہ مرنے کے بعد بھی وہ علم جو ہے منتقل کرسکتے ہیں۔ (اختتام)

خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

Acd vol 79

Track 2

Time 18:02

نیگیٹیو بینی سے صحت پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: کوئی بھی دنیا میں طریقہ علاج ہو ہ الوپیتھی ہو، یونانی ہو، ہومیو پیتھی ہو، ایکوپنکچر ہو۔ اس کے پیچھے، اس حکمت کے پیچھے ، اس علاج کے پیچھے ایک تھیوری ہوتی ہے۔ اور ایک تھیوری کے پیچھے لوگوں کا تجربہ ہوتا ہے اور پریکٹیکل ہوتا ہے۔ کوئی آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ صاحب اتنا شدید بخار ہے ایک سو دو، ایک سو تین، ایک سو چار ہکونین کی گولیاں ہم کھالیتے ہیں ایک اتنی سی گولی سفید گولی بخار کو کیسے اتار دیتی ہے۔ تو ظاہر ہے اس کا جواب یہی ہوگا کہ یہ جو گولی ہے اس گولی کے اندر جو تاثیر ہے اس گولی کے اندر جو دوائیاں ہیں وہ گولی بہت ساری ادویات سے یا ایک دوا کونین جو وہ

گولی بنی ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ بخار کو دور کردیتی ہے۔ جاکر خون
کے اندر ایسی کیمیکل چینجز ہوجاتی ہے کونین کھانے سے کہ آدمی کو پسینہ آجاتا
ہے اور پسینہ آنے کے بعد بخار اتر جاتا ہے۔ اسی صورت سے ایکوپنکچرـ ایک علاج
ہے۔ چائنہ میں ہزاروں سال سے رائج ہے۔ انہوں نے کچھ پوائنٹ مقرر کی ہوئی
ہیں۔ ان پوائنٹ پر سوئی سے مارتے ہیں اور ایک پوائنٹ کو چھیڑتے ہیں اس کا
نتیجہ یہ ہوتا ہے ایک پوائنٹ سے دوسرا پوائنٹ چونکہ جڑا ہوا ہے تو وہ سوئی
کی نوک جب اس پہ لگتی ہے تو جسم کے اندر ایک خاص قسم کا کرنٹ فلو ہوتا
ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا نہ یہاسوئی ماریں تو پورے دماغ کے اوپر جھناٹا ہوتا ہے۔
چیونٹی کاٹ لے آدمی کو کوئی چیونٹی کاٹ لے تو دماغ تک اس کی جھنجھناہٹ
ہوتی ہے۔ تو یہ جو سسٹم ہے جس سسٹم کے اوپر یہ جسم قائم ہے یا جس
سسٹم کے اوپر غدود کام کررہے ہیں اس سسٹم کو چھیڑ دینے سے ایک

chemical changes

ہوتی ہے اس

changes

کی بنیاد پر انسانی جسم میں تبدیلی ہوجاتی ہے۔ اسی صورت سے یونانی علاج
ہے۔ ان کا طریقہ علاج یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ صاحب جسم کے اندر اگرکچھ
رطوبتیں جمع ہوجائیں ۔ رطوبتیں تو ہوتی ہیں لیکن کچھ ایسی رطوبتیں جمع
ہوجائیں جن کا خارج ہونا ضروری تھا اور ان کا اخراج نہ ہو تو اس سے کئی
قسم کی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ اور وہ ایسی دوائیاں دیتے ہیں کہ جس سے
وہ جو ہے وہ جسم کے اندر پہلے پکتی ہے اور پھر پک کے وہ باہر نکل آتی ہیں۔
بلغم کے ذریعے نکال دیں، پسینے کے ذریعے نکال دیں۔ یا پاخانے پیشاب کے ذریعے
نکال دیں۔ بہرحال وہ طریقہ علاج یہ ہے کہ غلط جو رطوبتیں زائد جو ہوگئی
ہیں ان کا تدارک کردیا جائے۔ (آواز غائب ہے) پھر جاکے کیسے خون کو صاف
کردیتی ہے اس کے لئے جناب یہی ہے کہ وہ جڑی بوٹی جو ہے اس کے اندر اپنی
ایک خاصیت ہوتی ہے۔ اس خاصیت کی بنیاد پر جسم کے اندر جو زائد چیزیں
ہوتی ہیں وہ نکال دیتی ہے۔ اور جن چیزوں کو محفوظ رکھنا ہوتا ہے انہیں
محفوظ کرلیتی ہے۔ اب سنکھیا جو ہے وہ نمک کی طرح ہوتا ہے سفید ہوتا
ہے۔ نمک جو ہے ہماری زندگی میں ضروری ہے۔ بغیر نمک کے ہم رہ ہی نہیں
سکتے۔ ہر چیز میں نمک کھاتے ہیں۔ لیکن سنکھیا جو نمک کی طرح پتھر ہے اس
کو اگر ذرا سا بھی چاٹ لیا جائے تو آدمی مر جاتا ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ صاحب
نمک کو ہم سیروں کے حساب سے کھاجاتے ہیں اس سے تو ہماری صحت اچھی
ہوتی ہے ہم مرتے نہیں ہیں اور یہ سنکھیا ذرا سی چاٹنے سے آدمی مر کیوں جاتا
ہے؟ تو اس کا بھی یہی جواب ہے کہ سنکھیا کے اندر جو خاصیت ہے یا اس کے
اندر جو طاقت ہے ، انرجی ہے، وہ اتنی زیادہ ہے کہ اگر آدمی کے جسم کے اندر
کسی صورت سے داخل ہوجائے تو آدمی کا جو سسٹم ہے زندگی کا وہ ٹوٹ جاتا

ہے۔ جب وہ ٹوٹ جاتا ہے تو آدمی مرجاتا ہے۔ تو اب یہ بات یہ بنی کہ یہاں جو بھی کچھ ہے اس زمین کے اوپر وہ گھاس ہو، جڑی بوٹیا ں ہوں ۔ یا گولیوں کی شکل میں ہوں، معجون کی شکل میں ہوں، کسی بھی شکل میں ہوں بہرحال اس کی اپنی ایک خاصیت ہوتی ہے۔ سردی میں آپ پانی میں چینی گھول کے پئیں نمونیہ ہوجائے گا۔ گرمیوں میں آپ صبح، دوپہر، شام کافی پیتے رہیں آپ کو پیچیش ہوجائیگی، بواسیر ہوجائے گی یا کوئی دل کا مرض لاحق ہوجائے گا۔ اب ہر چیز کی ایک خاصیت ہے اور اس خاصیت کا اپنا ایک مقام ہے۔ اور اس کا استعمال کا بھی ایک طریقہ ہے۔ یہ ایک طریقہ علاج یہ ہوا کہ مرض کو سامنے رکھ کر ایسی جڑی بوٹی تجویز کی جائے کہ جس جڑی بوٹی میں یہ خاصیت اللہ نے رکھ دی ہو کہ وہ مرض کا اس سے ازالہ ہوجاتا ہے اور مرض اس سے دور ہوجاتا ہے۔ یہ ایک مادی علاج ہے۔ اب اس کے برعکس ایک اور علاج ہے جس کو آپ روحانی علاج کہتے ہیں۔ ظاہر ہے روحانی علاج میں اور مادی علاج میں کچھ تو فرق ہونا چاہئیے۔ روحانی علاج والے بھی مادی چیزوں کا سہارا لیتے ہیں۔ لیکن وہاں خاصیت کسی چیز کی جو ہے وہ بدل جاتی ہے۔ مثلاً جیسے ابھی سوال کیا وجاہت صاحب نے کہ صاحب نیگیٹیو بنوالو فوٹو گرافر سے اور اس کو دیکھواور دیکھنے سے وہ مرض ختم ہوجاتا ہے کس قسم کے مرض ختم ہوجاتے ہیں؟دماغ سے متعلق امراض ختم ہوجاتے ہیں۔ مثلاً کسی کو ڈپریشن ہو، ٹینشن ہو، کوئی نفسیاتی مرض ہو کسی کو۔ نیند نہ آتی ہو۔ خوف ذہن کے اندر پیدا ہوگیا ہو۔ کسی ایک نقطے پر ذہن اس طرح مرکوز ہوگیا ہو کہ آدمی ہر دم کوشش کرتا ہے کہ اس سے مجھے نجات مل جائے لیکن ذہن وہاں سے ہٹتا ہی نہیں۔ ان چیزوں میں یا ان امراض میں روحانیت والے جو ہیں یہ نیگیٹیو بینی تو یہ کہتے ہیں کہ صاحب اپنے فوٹو گرافر کے سامنے جاؤ اور اس سے ایک نیگیٹیو بنوالو۔ پوسٹ کارڈ کے برابر۔ یہ آپ نے اخبار میں پڑھا ہوگا اکثر میں نے اس پہ لکھا ہے۔ اور اس کو فریم کراکے دیوار پہ لٹکالو اور اسے بار بار دیکھا کرو۔ تو یہ ایک علاج ہے۔ تو اب جیسے ابھی میں نے تمہید میں آپ کو بیان کیا کہ ہر چیز میں خاصیت ہوتی ہے۔ تو ظاہر ہے نیگیٹیو میں بھی خاصیت ہوگی۔ جب ہم ایک مریض کو کہتے ہیں صاحب اس میں ۔ اس میں دو باتیں زیر بحث آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ جو علاج ہے زیادہ تر دماغی امراض میں استعمال ہوتا ہے۔ ڈپریشن میں۔ ڈپریشن کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی کو مختلف خیالات آرہے ہیں۔ منفی خیالات۔ مثلاً ایک آدمی کو خیال آرہا ہے میرے اوپر جادو ہوگیا ہے۔ میرے اوپر جادو ہوگیا ہے۔ میرے اوپر جادو ہوگیا ہے۔ اب اسے کہا جاتا ہے کہ تیرے اوپر جادو نہیں ہے لیکن وہ کہے گا نہیں میرے اوپر جادو ہے۔ وہ قرآن بھی پڑھتا ہے، نماز بھی پڑھتا ہے۔ سورہ فلق پڑھ پڑھ کے پانی پہ دم کرکے پیتا ہے۔ لیکن صاحب اس کے ذہن سے یہ بات کسی طرح نکلتی ہی نہیں ہے کہ وہ میرے اوپر جادو ہوگیا ہے، میرے اوپر جادو ہوگیا ہے۔ بے شمار آدمی اس کو یہ کہتے ہیں کہ بھئی کوئی جادو وادو نہیں ہے تو وہ کہتا ہے نہیں انہیں کچھ پتہ ہی

نہیں ہے میرے اوپر تو جادو ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مریض ایک منفی
خیال پر ٹھہر گیا ہے۔ اس کا ٹھہراؤ جو ہے ایک منفی خیال پر قائم ہوگیا۔ اور
وہ اس سے ایک طرف تو نکلنا چاہتا ہے لیکن ساتھ ساتھ وہ نکلنا بھی نہیں
چاہتا۔ نکلنا نہیں چاہتا کا مطلب یہ ہے کہ اسے دس آدمی کہہ رہے ہیں کہ
جادو نہیں ہے لیکن وہ اس کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ اس کے یقین میں یہ بات
بیٹھ گئی ہے کہ میرے اوپر جادو ہوگیا ہے۔ حالانکہ جادو کچھ بھی نہیں ہوتا۔
اچھا چونکہ اس کے یقین میں یہ بات بیٹھ گئی کہ میرے اوپر جادو ہوگیا تو اب وہ
جادو سے متعلق جتنے لوازمات ہیں اب وہ بھی اس کے ذہن میں آئیں گے۔ مثلاً
شک اس کے ذہن میں آئے گا۔ ہر آدمی پر شک ذہن میں آئے گا کہ اس نے میرے
اوپر جادو کردیا ہے۔ اس نے میرے اوپر جادو کردیا ہے۔ اس نے میرے اوپر جادو
کردیا ہے۔ تو اب اس کا روحانیت میں طریقہ علاج یہ ہے کہ جس آدمی کا ذہن
ایک خیال پر مرکوز ہوگیا ہے اور قائم ہوگیا ہے اس بندے کو اس خیال سے ہٹا کے
کسی دوسرے خیال میں ڈال دیا جائے۔ ایک تو یہ صورت ہے آپ نے سنا ہوگا کہ
ایک دماغی مریض بیچارے ہوتے ہیں ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں، حکیموں کے پاس
جاتے ہیں وہ کہتے ہیں میاں سوچا ہی نہ کرو۔ تم ہر وقت سوچتے ہو جادو
ہوگیا ہے، جادو ہوگیا ہے، فلاں میرا دشمن ہے، یا میں گھر سے باہر نکلوں گا تو
ایکسیڈنٹ ہوجائے گا ۔ اس کا سوچو ہی نہیں۔ بھئی اگر وہ اس قابل ہوتا کہ
اس سوچ کے اوپر کنٹرول حاصل کرلیتا تمہارے پاس کیوں آتا؟ وہ تو تمہارے پاس
آیا ہی اس لئے ہے کہ وہ اس خیال کو چھوڑنا چاہتا لیکن چھوڑ نہیں سکتا۔ ایک
عذاب میں مبتلا ہوگیا ہے۔ ہم آپ کو یہ نہیں کہتے ہیں کہ آپ سوچا ہی نہ
کرو۔ ارے بھئی کیسے نہیں سوچا کریں یہ تو اس کی بیماری ہے، مریض ہے وہ۔
ایک آدمی کے پیٹ میں درد ہورہا ہے کہے کہ سوچو ہی نہیں کہ کیسے نہیں
سوچے پیٹ میں درد ہورہا ہے، تکلیف تو اسے ہورہی ہے۔ وہ تو سوچے گا۔ تو
توجہ اس بات پر ہونی چاہئیے کہ درد نہ ہو۔ یہ نہیں کہ سوچو نہیں درد نہیں
ہوگا۔ اچھا اب وہ روحانیت والے یہ کہتے ہیں کہ یہ کہنا کہ سوچو نہیں یا اس
خیال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔ ایسے ہی خواہ مخواہ
شیطانی وسوسے ہیں۔ ان چکروں میں نہیں پڑو۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ جہاں
مریض کھڑا ہوا ہے وہاں سے اسے ہٹا دو۔ اب اس نے کہا کہ صاحب میرے اوپر
تو جادو ہوگیا ہے۔ یا کسی کے خیال ذہن میں آگیا کہ مجھے کینسر ہوگیا ہے۔
ایسے بھی مریض ہوتے ہیں۔ کینسر کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ بس اس کو
خیال آگیا کہ مجھے کینسر ہوگیا ہے۔ کسی کو ہاتھ دھونے کا مرض ہوجاتا ہے۔
آپ نے دیکھا ہوگا۔ کسی کو یہ مرض ہوجاتا ہے کہ ہر آدمی میرا دشمن ہی
ہے۔ شوہر کو یہ خیال آتا ہے بیوی کھانے میں زہر ملا دے گی۔ بیوی کو یہ خیال
آتا ہے کہ شوہر میرا دشمن ہے پتہ نہیں میرے خلاف سازش ہی کرتا رہتا ہے۔
حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہوتی۔ تو وہ منفی خیال سے ہٹانے کے لئے روحانیت
میں یہ طریقہ ہے کہ اس بندے کو اس خیال کے اندر جس میں وہ مست ہے یا

جس میں وہ گرفتار ہے اس کو یہ نہیں کہو کہ سوچو مت یہ نہیں کہو کہ
اسے چھوڑ دے۔ اس لئے کہ وہ خو د ہی چھوڑنا چاہتا ہے۔ تو جب وہ چھوڑنے میں
ناکام ہوتا ہے تبھی تو آپ کے پاس آتا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اس خیال کو ایک
جگہ سے ہٹا کے دوسری جگہ منتقل کردو۔ اب انہوں نے کہا صاحب ایک نیگیٹیو
بنوالو۔ مثال کے طور پر اور اس کو دیکھا کرو۔ اور ہر آدھے گھنٹے کے بعد پانچ
منٹ دیکھا کرو۔ اب وہ جب پہلے تو جب اس نے آپ کی اس بات پر یقین کرلیا
اب وہ فوٹو گرافر کو ڈھونڈے گا ۔ پھر فوٹو گرافر ہر آدمی نیگیٹیو بناتا نہیں ہے۔
ایک دکان، دو دکان اب صدر میں میری معلومات کے حساب سے دو دکانیں ہیں
پورے کراچی میں جو نیگیٹیو بناتے ہیں۔ اب ایک آدمی جب نیگیٹیو بنانے جائے گا تو
لانڈھی میں رہتا ہے وہ پتہ نہیں کہاں کہاں جاکے صدر پہنچے گا۔ پھر اس نے
جناب نیگیٹیو بنوالیا۔ نیگیٹیو بنوانے کے بعد اس نے اس کو فریم بھی کروالیا۔ اب
فریم کرانے کے بعد اس نے اس کو دیکھنا بھی شروع کردیا۔ تو اب آپ یہ دیکھیں
کہ جس وقت سے اس نے یہ سوچا کہ مجھے نیگیٹیو بینی کرنی ہے تو اب وہ اپنے
خیال سے ہٹ گیا۔ جہاں وہ کھڑا ہوا تھا وہاں سے وہ ہل گیا۔ خیال سے آزاد تو
نہیں ہوا لیکن وہ خیال جو اس کے اوپر مسلط تھا اس کو بے چین کئے ہوئے تھا ۔
نہ سونے دیتا تھا، نہ کھانے دیتا تھا۔ تو اب وہ ایک دوسرے نئے خیال میں چل پڑا کہ
بھئی فوٹو گرافر کو تلاش کرو ، نیگیٹیو بناؤ اور فریم بناؤ اور اس کو دیکھو۔ اب
اس کو دیکھنا شروع کرتا ہے۔ تو ایک اس میں صورت یہ ہوئی کہ اس بندے کو
جہاں وہ کھڑا ہوا تھا اور جس وجہ سے وہ پریشان حال تھا اس پریشانی کو دو ر
کرنے کے لئے آپ نے اس جگہ سے اس کو ہٹا دیا۔ اس کی مثال یوں بھی ہے کہ
ایک آدمی ایک جگہ کھڑا ہوا ہے وہاں کیچڑ ہے، تعفن ہے ، بدبو ہے۔ اب وہ کہتا
ہے صاحب بڑی مجھے بدبو آرہی ہے۔ میری ناک خراب ہوگئی ہے، میرا دماغ سڑ
گیا ہے۔ یہ ہوگیا، وہ ہوگیا۔ آپ اس سے لاکھ یہ کہہ دیں بھئی جہاں تم کھڑے
ہو یہاں بدبو آرہی ہے اس لئے تمہیں بدبو آرہی ہے۔ اس کی سمجھ میں ہی
نہیں آتی بات۔ اب اس کی ایک بڑی آسان ترکیب یہ ہے کہ آپ اس سے پیار
سے ، محبت سے ، اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھیں اور اس جگہ سے آدھا میل دور لے
جائیں۔ کہ بھئی دیکھو اب بدبو آرہی ہے؟ اب اسے پتہ بھی نہیں چلا کہ آپ اس
کو بہلا پھسلا کے اس جگہ لے آئے جہاں کیچڑ ہے ہی نہیں۔ تو بدبو آنی خود ہی
بند ہوجائے گی کہ یہاں تو بدبو نہیں آرہی ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ
آپ نے اس کو اس جگہ سے ہٹا کے دوسری جگہ جو لے گئے تو وہ جو بیماری کا
اس کے ذہن میں ایک تسلط ہوگیا تھا وہ ٹوٹ گیا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ
اس کو کھڑا کردینے سے یہ اس کی بیماری کا علاج ہوگیا۔ ایک تو اس میں یہ بات
ہوئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ نیگیٹیو جو ہے دو چیزیں دنیا میں ہیں۔ ایک نیگیٹیو
ہے، ایک پازیٹیو ہے۔ یہ ساری کائنات بھی نیگیٹیو ، پازیٹیو پہ بنی ہوئی ہے۔ مثلاً
ہم جب کسی کیمرے کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور ہمارا نیگیٹیو نکلتا ہے تو وہ
الٹا ہوتا ہے۔ اور جب اس نیگیٹیو کو ہم دوسرے کاغذ پر پلٹتے ہیں تصویری شکل

میں تو وہ تصویر سیدھی ہوتی ہے۔ تو اب الٹا سیدھا جو ہے یہ ہمارے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ تو اب اس کو ہم یہ کہیں گے کہ یہ ہمارا جو جسم ہے جو ہمیں سیدھا نظر آرہا ہے یہ پازیٹیو ہے۔ اور جس روح کی یہ تصویر ہے وہ روح نیگیٹیو ہے۔ نیگیٹیو پازیٹیو جو ہے ۔ روح جو ہے وہ نیگیٹیو ہے۔ روح جب اپنی تصویر بناتی ہے ایک سسٹم کے تحت اللہ تعالیٰ کے تو وہ پازیٹیو ہے اور اس کو جسم کہتے ہیں۔ گوشت پوست کا جسم، ہڈیوں کا جسم جو ہمارے اعضا ء ہیں۔ تو نیگیٹیو جو ہم نے نکلوایا کیمرے سے تو ہوا یہ کہ یہ ہمارا جو سیدھی تصویر ہے، ہماری جو پازیٹیو تصویر ہے۔ یہ پازیٹیو تصویرالٹ گئی۔ اور الٹ کے یہ نیگیٹیو بن گئی۔ نیگیٹیو ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ یہ تصویر جو ہے اپنی روح سے قریب ہوگئی۔ چونکہ روح نیگیٹیو ہے اور جسم پازیٹیو ہے۔ جاب پازیٹیو کا نیگیٹیو بنا تو جسم جو ہے وہ روح سے قریب ہوگئی۔ اب روح میں بیماری نہیں ہوتی۔ روح میں کوئی پریشانی بھی نہیں ہوتی۔ روح میں ...بھی نہیں ہوتا۔ روح کو نزلہ کھانسی بھی نہیں ہوتی۔ اور روح میں کوئی بیماری نہیں ہوتی۔ تو جب یہ پازیٹیو کی حیثیت سے آپ نیگیٹیو کو بار بار بار بار بار بار دیکھیں گے اور اس کی طرف متوجہ ہوں گے تواس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اس بات کو جان تو نہیں رہے ہیں لیکن آپ جسمانی طور پر اپنی روح کی طرف متوجہ ہورہے ہوتے ہیں۔ اب جتنی توجہ آپ کی روح کے اوپر منتقل ہوجائے گی ۔ جتنی زیادہ روح کے ساتھ آپ کو یکسوئی ہوجائے گی ۔ جتنی زیادہ خیالات ، منتشر خیالات جو ہیں وہ ٹوٹ کر روح کے ایک نقطے پر مرکوز ہوجائیں گے اسی حساب سے جو روح کی تحریکات ہیں ، روح کی جو روشنیاں ہیں وہ پازیٹیو میں منتقل ہوجائیں گی۔ اب یہ سمجھیں آپ ایک آدمی کا نیگیٹیو ہے۔ اس نیگیٹیو پہ آپ دھبے ڈال دیں۔ اب آپ اگر ایک لاکھ تصویریں بنائیں گے تو وہ ایک لاکھ تصویروں پر وہ دھبے ضرور آئیں گے۔ لیکن اگر نیگیٹیو صاف ہے تو جتنا نیگیٹیو صاف ہوگا اتنی ہی تصویر شارپ آئے گی ، خوبصورت آئے گی۔ تو اب جب ہم اپنی روح کی طرف متوجہ ہوگئے تو روح میں تو کوئی پریشانی ہے نہیں۔ روح میں تو کوئی بیماری نہیں ہے۔ روح میں جادو ٹونہ بھی نہیں ہے۔ تو جب ہم بار بار روح کی طرف متوجہ ہوں گے۔ بار بار روح کی طرف متوجہ ہوں گے تو ظاہر ہے روح کی تحریکات بھی ہم میں منتقل ہوں گی۔ اور جب روح کی تحریکات ہم میں منتقل ہوجائیں گی تو جس جگہ ہم کھڑے ہیں جیسے میں نے ابھی مثال دی تھی کہ کیچڑ میں ایک آدمی کھڑا ہے اسے اٹھا کے آپ دور لے جائیں ۔ بدبو چلی جائے گی۔ تو اب اپنی جگہ سے ہل گیا۔ اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ اب جیسے ہی آپ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے یا ہٹ جائیں گے وہ جو آپ کے خیالات ستا رہے ہیں بیماری سے متعلق وہ خیالات ہم بھول جائیں گے۔ اور جب وہ خیالات ہم بھول جائیں گے تو صحت یاب ہوجائیں گے۔ (اختتام)

خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

Acd vol 79

Track 3

Time 27:46

قرآن و سنت کی روشنی میں شر اور خیر کیا ہیں؟ ہم شر سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں؟

جواب: یہ بات پہلے بھی میں آپ حضرات کے سامنے بیان کرچکا ہوںکہ یہ جو دنیا ہے ۔ یہ دنیا جس میں ہم رہ رہے ہیں۔ اصل میں سب کا سب شر ہی ہے۔ ہماری جو زندگی شروع ہوتی ہے وہ جنت سے شروع ہوتی ہے۔ آدم اور حوا جنت میں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بھئی جنت میں تم اس وقت تک رہ سکتے ہو جب تک کہ تم ہمارے فرماں بردار بن کے رہوگے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک پابندی لگا دی کہ اس درخت کے قریب نہ جانا۔ یہ درخت کیا ہے؟ کس چیز کی ہے اس کی وضاحت بھی پہلے کرچکا ہوں۔ مختصر یہ کہ آدم نے نافرمانی کی۔ اللہ تعالیٰ نے جو منع کیا تھا جس بات سے آدم نے اس کو کیا۔ یعنی نافرمانی کی۔ جب نافرمانی کی تو اللہ میاں نے کہا کہ نافرمان بندے جو ہے وہ جنت میں نہیں رہ سکتا۔ اب تم زمین پہ اتر جاؤ۔ اور زمین پر اترنے والے بندے جو ہیں وہ ذلت اور خواری کی زندگی گزارتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کو رحم آیا۔ اللہ نے کہا کہ پھر بھی تمہیں موقع دیا جائے گا اگر تم نے پھر فرماں برداری کی تو ہم تمہیں دوبارہ تمہارا وطن واپس دے دیں گے۔ یعنی جنت میں دوبارہ تمہیں داخل کردیں گے۔ اب یہ جو دنیا ہے ۔ یہ دنیا کیا چیز ہے؟ یہ دنیا جو ہے یہ نافرمانی جو آدم نے کی جس نافرمانی کی بنیاد پر جنت سے اسے نکالا دیس نکالا گیا تو وہ دنیا میں آیا ۔ یعنی یہ دنیا ہے ہی ساری نافرمانی کی جگہ۔ شیطنت ۔ نافرمانی کا مطلب شیطنت۔ تو یہ دنیا جو ہے یہ شیطنت کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ بھئی یہ جو تم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آدم نے تمہارے باپ نے معافی تلافی بھی کرلی تو اب یہ جرم کو تم دھو سکتے ہو۔ اور اس طرح دھو سکتے ہو کہ یہ جو شر کی جگہ ہے اس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اور خیر کی جو دنیا ہے یعنی جو جنت کی زندگی ہے اسے حاصل کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرو۔ اب چونکہ یہ دنیا ہے ہی شر ہے ہی شیطنت ظاہر ہے جھکاؤ شر ہی کی طر ف ہوگی خیر کی طرف تو نہیں ہوگی ۔ یہ جو ہم لوگ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں یہ تو سزا ہے۔ یعنی جنت سے نکالے گئے جیل خانے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اب کوئی یہ کہے کہ جی یہ ہم جیل کی زندگی کیوں گزار رہے ہیں؟بھئی جیل کی زندگی اس لئے گزار رہے ہیں کہ تم جیل میں رہ رہے ہو۔ ایک آدمی کو جیل میں دھکیل دیا گیا۔اور اس سے یہ کہا جائے کہ صاحب جیل کی زندگی کیوں تم بسر کررہے ہو؟ آزادزندگی کیوں نہیں بسر کرتے ہو۔ تو وہ کہے گا بھئی میں

جیل کی چار دیواری میں بند ہوں۔ تو جیل کی زندگی میں جو مصیبتیں ،
پریشانیاں ہیں وہ برداشت کرنی ہے۔ اس لئے کہ میں آزاد نہیں ہوں۔ قید
ہوں۔ تو اب یہ آدم نے جو غلطی کی تھی ہمارے ابا نے اس کی سزا بھگتنے کے لئے
ہم یہاں جیل خانے میں آئے ہیں۔ اللہ میاں کا یہ جیل خانہ ہے۔ اب جتنے بڑے اللہ
میاں اتنا ہی بڑا ان کا جیل خانہ ہے۔جتنا بڑا ملک اتنا بڑا جیل خانہ۔ چھوٹی سی
ریاست ہو اس میں چھوٹا سا جیل خانہ ہوگا۔ اب یہ شر کی طرف آدمی کا ذہن
اس لئے جاتا ہے۔ بار بار کہ یہ دنیا ہے ہی شر۔شر کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں
ہے۔ مثلاً اب جنت میں آپ رہتے تھے ۔ وہاں ٹائم اسپیس کی کوئی قید ہی نہیں
تھی۔ جنت میں آپ رہتے تھے۔ کھانا پینا آپ کو فری تھا۔ آپ کا دل چاہا سیب
کھاؤں، سیب سامنے آگیا۔ آپ کا دل چاہا دودھ پینا ہے ، دودھ سامنے آگیا۔ آپ کا
دل چاہا شہد کھانا ہے ، نہ کہیں گئے شہد آگیا سامنے۔ تو اس زندگی کو آپ نے
اپنے ارادے اور اختیار سے کفران نعمت کرکے چھوڑا۔ یعنی رحمانی زندگی کو آپ
نے اپنے ارادے سے چھوڑ دیا۔ جیسے ہی آپ نے رحمانی زندگی سے اپنا رشتہ توڑا
فوراً آپ شیطانی زندگی میں داخل ہوگئے۔ تو یہ دنیا جو ہے یہ ساری کی ساری
شیطنت ہے۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یعنی نافرمان لوگوں کی جگہ ہے
یہ۔ اب اس میں نافرمان لوگ بھی ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیںکہ وہ اس
بات کو سمجھ لیتے ہیں کہ یہ دنیا جو ہے یہ تو شر ہے ، یہ تو فساد ہے۔ اور یہ
تو جنت کے خلاف جگہ ہے۔ یہ تو فنا ہے۔ تو وہ خیر کی جانب متوجہ ہوجاتے
ہیں۔ اور جو لوگ یہ نہیں سمجھتے وہ اسی کو سب کچھ سمجھتے ہیں وہ شر
کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔ اور شر کی طرف زیادہ جھکاؤ اس لئے ہوتا ہے
کہ یہ دنیا ہے ہی شر۔ ایک آدمی ہے اس کے چاروں طرف گانے بجانے کی دکانیں
ہیں ۔ گانے بجانے کی دکانیں ہیں ایک آدمی کے چاروں طرف ۔ اب وہ کہتے ہیں
کہ صاحب میں تو ایک آدمی یہ کہے کہ کیا بات ہے تم تو ہر وقت گانا ہی سنتے
رہتے ہو ۔ گانا سنتے رہتے ہیں گانے کی آواز سے نجات ہی نہیں ملتی۔ اسی
صورت سے جب آدمی اس دنیا میں رہے گا تو اس دنیا کی جو شر ہے فساد ہے
اور اللہ تعالیٰ کا جو سزا ہے اس سزا میں رہنا مجبوری ہے۔ تو جھکاؤ یہاں خیر
کی طرف اس لئے نہیں ہوتا کہ یہ دنیا جو ہے اس میں ایک تو دلچسپی ہے۔
دلچسپی یہ ہے کہ ہر آدمی یہ دیکھ رہا ہے کہ بھئی مرغی ملے گی۔ چلو ٹھیک
ہے تھوڑا کسی کا جیب ہی کاٹ لو۔ دوسرا آدمی جو جیب نہیں کاٹتا وہ کہے گا
میاں یہاں تو چٹنی بھی نہیں ملے گی سوکھی روٹی ہی ملے گی۔ وہ کہے گا
سوکھی روٹی کیا کھانی مرغی ہی کھاؤ۔ کیا ہوتا ہے بھئی اگر کسی کی جیب
کاٹ لی تو کوئی ہماری کاٹ رہا ہے۔ تو جو ہماری جیب کاٹ رہا ہے تو ہم
کسی کی جیب کاٹ رہے ہیں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ لیکن جو لوگ اللہ کے دوست
ہوتے ہیں اور جو لوگ واقعتا پیغمبروں کے دوست ہوتے ہیں ۔ پیغمبروں سے
محبت کرتے ہیں۔ وہ شر کی طرف نہیں ہوتے ا ن کا جھکاؤ ہوتا ہی خیر کی
طرف ہے۔ اور آپ یہ دیکھیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا دنیا میں کہ شر ہی شر

ہوگیا ہو اور خیر مٹ گئی ہو۔ شر یا خیر برابر برابر چلتا ہے یہ الگ بات ہے کہ
شر کی جو تعداد ہے وہ زیادہ ہے اور خیر کی تعداد جو ہے وہ کم ہے۔ اب اللہ
تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اللہ نے بھیجے اپنے وعدے کے
مطابق۔ کہ تم نے تو نافرمانی کرلی۔ لیکن میں تو رحیم و کریم اللہ ہوں۔ میں
نے اس بات کا انتظام کردیا ہے کہ تمہارے پاس اپنے ایسے بندے بھیجتا رہوں گا جو
تمہیں اس بات کا احساس دلاتے رہیں گے کہ تمہارے باپ نے جنت چھوڑ کر کوئی
اچھا کام نہیں کیا۔ تمہارے باپ نے نافرمانی کرکے اپنی اولاد کے لئے مصیبت اور
عذاب فراہم کردیا۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آچکے
ہیں۔ لیکن انسان کی صورت یہ ہے کہ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی
بات تو سنتا نہیں ہے۔ ایک شیطان ہی کی بات سنتا ہے۔ کہیں وعظ ہو، اللہ کا
رسول کا نام ہو، آپ دیکھیں دس بیس آدمی ملیں گے بیٹھے ہوئے ......۔ اب کہیں
گانے بجانے کا ہو وہ صبح بھی ہوجائے گی پھر بھی لوگ یہ کہیں گے ابھی پروگرام
کیوں ختم ہوا۔ ارے اتنی جلدی رات ختم ہوگئی۔ تو بات یہ ہے کہ ہمارے مزاج
میں ہماری طبیعت میں وہ آدم کی نافرمانی جو ہے وہ سرایت کرگئی ہے اور
اس سرایت کرنے کی وجہ سے ایک فضا اور ایک ماحول بن گیا ہے نافرمانی کا۔
اور اس فضااور اس ماحول میں لذت بھی ہے۔ اب اس لذت کے پیچھے آدمی جانتا
ہے ۔ لیکن جو لوگ خیر کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں اور خیر کی لذت سے آشنا
ہوگئے پھر وہ شیطان کی بات نہیں مانتے۔ اگر وہ خیر کی لذت سے واقف
ہوجاتے ہیں پھر وہ شیطانی طرزوں میں نہیں جاتے۔ اب وہ خواہ مخواہ وقت
ضائع کرنے کا کیا فائدہ ۔ دیکھئے دنیا میں خیر اور شر ہے۔جب سے آدم آئے جب
ہی سے ہے۔ اور جب تک قیامت آئے گی جب تک رہے گا۔ اور شر کی زیادتی کی
وجہ یہ ہے کہ ایک تو شر میں جو ہے لذت ہے۔ ایسی لذت ہے کہ جس سے آپ
واقف ہیں۔ خیر میں ایسی لذت ہے جس سے آپ واقف نہیں ہیں۔ اور چونکہ
آپ اس لذت سے واقف ہی نہیں ہیں اس لئے آپ کا رجحان بھی خیر کی طرف
نہیں ہے۔ شر کی لذت سے واقف ہیں آپ شر کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔
گانا اچھا لگتا ہے۔ تاش میں دل لگ رہا ہے۔ دیکھئے غور کریں تاش آپ کھیل رہے
ہیں اس میں آپ ایسا دل لگ رہا ہے کہ چوبیس گھنٹے آپ بیٹھے ہوئے ہیں کھانا
بھی ہے، چائے بھی ہے اور نماز میں آپ کا دل نہیں لگ رہا ہے۔ اور یہ جو کہا
جاتا ہے ہمارے علمائے کرام کہتے ہیں کہ صاحب نماز اپنی جگہ، دل لگنا اپنی
جگہ۔ (آواز غائب ہے)۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ نیکی قائم کرنے کی توفیق دے دے
پھر اس جیسی لذت جو ہے کسی چیز میں نہیں ملتی۔اور جب وہ اس لذت سے
واقف ہوجاتا ہے پھر چھوٹی موٹی چیزیں اس کو خاطر میں نہیں لاتے۔ میں نے
سنا ہے اپنے بزرگوں سے یہ تبلیغی جماعت والے مولانا الیاس صاحب بیمار ہوگئے۔
اور اتنے بیمار ہوگئے کہ وہ اسہال کا دستوں کا کہ چارپائی پہ لیٹ گئے۔ بیٹھ بھی
نہیں سکتے۔ وہ اٹھ سکتے تھے نہ بیٹھ سکتے تھے۔ چل پھر بھی نہیں سکتے تھے۔
لیکن جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو لوگ انہیں وضو کراتے تھے چارپائی پہ اور اس

کے بعد ایک دو بندے، تین بندے، چار پانچ بندے لاکر انہیں مصلّی پہ کھڑا کردیا۔ میں
نے سنا ہے ان لوگوں سے جنہوں نے دیکھا ہے۔ کہ وہ پوری نماز کھڑے ہوکر
پڑھتے تھے۔ اور جب آخری سجدہ کرلیتے تھے تو وہ اس قابل نہیں رہتے تھے کہ
اٹھ کر چارپائی پہ جا سکیں۔ بات لذت کی ہے۔ نشے کی ہے۔ ان کو نماز میں
اتنی لذت ملتی تھی۔ اتنا نشہ ملتا تھا کہ وہ اپنی تکلیف ہی بھول گئے۔ ان کی
کمزوری ہی ان کے ذہن سے نکل گئی۔کہ میں تو اتنا کمزور ہوں کہ اپنے ہاتھ
سے پانی بھی نہیں پی سکتا۔ ایسے بہت سارے بزرگوں کے قصے ہیں کہ نماز
جناب وہ پڑھ رہے ہیں گھر میں آگ لگ گئی ان کو پتہ ہی نہیں چلا۔ آگ بجھ
بھی گئی۔لوگوں نے کہا گھر میں آگ لگ گئی۔ اچھا آگ لگی تھی۔ کہاں لگی بھئی
سارا گھر جل گیا۔ سارا محلہ جمع ہوگیا لوگ پانی لاکر ڈال رہے ہیں۔ تو بات ہے
لذت کی ۔ حضرت علی کا واقعہ بڑا مشہور ہے۔ تیر لگ گیا تھا کمر میں۔ اب
اسے نکالنے کی کوشش کی تو بڑی تکلیف ہوئی۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں ابھی
ٹھہر جاؤ۔ جب نماز کا وقت ہوگا پھر کچھ کریں گے۔نماز کا وقت ہوا۔ حضرت
علی نے نیت باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ وہ تیر بھی کھینچ لیا ... بھالا۔ وہ اندر جناب
مرہم پٹی بھی ہوگئی ، سب کچھ ہوگئی۔ حضرت علی نے سلام پھیرا انہیں پتہ
ہی نہیں چلا کہ کیا ہوا۔ تو لذت تو حاصل ہورہی ہے۔ اور لذت اس لئے حاصل
نہیں ہوتی کہ ہمارا جو یہ ایمان ہے وہ اصل میں پکا نہیں ہے۔ ناقص ہے۔ اللہ
کا ہم ذکر ضرور کرتے ہیں لیکن زبانی ذکر کرتے ہیں۔ دل سے اللہ کا کوئی ذکر
نہیں کرتے۔ اگر ہم کسی صورت سے زندگی میں ساٹھ سال کی زندگی میں ایک
منٹ کی بھی اس جنت کی زندگی میں منتقل ہوجائیں جہاں ہم موجود تھے
نافرمانی سے پہلے۔ وہ ایک لمحہ ساری زندگی کی لذت پر محیط ہوگا۔ پھر
آدمی پھر کبھی شر کی طرف نہیں جائے گا۔ لیکن ہماری بد نصیبی تو یہ ہے کہ
پچاس سال بھی ہوجاتے ہیں۔ ساٹھ سال بھی ہوجاتے ہیں ، سو سال بھی
ہوجاتے ہیں ہمیں سو سال میں ایک لمحہ بھی ایسا میسر نہیں آتا کہ جو لمحہ
آدم علیہ السلام کو جنت میں حاصل تھا یعنی ہمارے باپ کو۔ تو چونکہ ہم اس
لذت سے واقف ہی نہیں ہیں اور نہ اس لذت کو تلاش کرتے ہیں ۔ اب تو یہ کہا
جاتا ہے کہ صاحب نماز اپنی جگہ، خیال اپنی جگہ۔ خیال آتا ہے آنے دو نماز پڑھو۔
بھئی یہ کچھ نہیں ہے بھئی یہ اپنا اختیاری عمل ہے اللہ اکبر کہہ کے کھڑے
ہوجاؤ۔ بھئی یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ آپ جائیں وہاں کسی سروس میں کام
کررہے ہیں۔ دفتر میں سروس ہے آپ کی۔ حساب کتاب کا کام ہے آپ کا۔ اب
آپ کو خیال آتا رہتا ہے جب بھی آپ حساب کرتے ہیں۔ حساب گڑبڑ ہوجاتا ہے۔
کیا کبھی کسی سیٹھ ساہوکار نے یہ کہا کہ میاں ٹھیک ہے حساب اپنی جگہ خیال
اپنی جگہ۔ یار تم کرتے رہو کام۔ یا آپ سیٹھ ساہوکار ہیں۔ آپ نے کسی کو اپنے
ہاں رکھا ہوا ہے ملازم وہ الٹا ہی حساب کرتا ہے اس خیال کی وجہ سے تو کیا
آپ اس آدمی کو اپنے ہاں ملازم رکھیں گے اسے تنخواہ دیں گے؟ دیکھئے جب دنیا
کا معاملہ آتا ہے تو آپ اور طرح سوچتے ہیں۔ اور جب اللہ کا معاملہ آتا ہے تو

آپ اور طرح سوچتے ہیں۔ جب اللہ کا معاملہ آتا ہے کہتے ہیں بھئی کیا کریں
مجبوری ہے خیال آتا ہی ہے۔ ایک جگہ مرکوز ہی نہیں ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ
جب خیال آتا ہے ایک جگہ مرکوز ہی نہیں ہوتا تو دنیاوی کاموں میں آپ اس
خیال کو کیسے مرکوز کرلیتے ہیں۔ کیا کوئی آدمی یہ اس بات کو مان سکتا ہے
کہ وہ ذہنی طور پر منتشر ہو ، اسے نیند نہ آتی ہو اور وہ اس بات کا علاج نہ
کرے۔ وہ ڈاکٹروں کے پاس جائے گا، حکیم کے پاس جائے گا۔ سر میں تیل کی
مالش کرے گا۔ جہاں بھی ممکن ہوگا وہ جائے گا کہ صاحب رات کو مجھے اتنے
خیالات آتے ہیں کہ مجھے نیند نہیں آتی۔ میرا علاج کوئی ایسا کرو کہ مجھے نیند
آئے۔ اور جب وہ کوشش کرتا ہے جدوجہد کرتا ہے اس کا علاج ہوجاتا ہے۔ اسے
نیند آنے لگتی ہے۔ لیکن جب نماز کا تذکرہ آتا ہے تو کوئی علاج نہیں، کوئی
کوشش نہیں۔کہ نماز اپنی جگہ، خیال اپنی جگہ۔ میں ایک زمانے میں ریلوے میں
کام کرتا تھا۔ تو وہاں ہمارے ہیڈ کلاس مین تھے یہ سٹی اسٹیشن کا ذکر ہے۔ تو
جمعے کی نماز میں اس زمانے میں اتوارکو چھٹی ہوتی تھی۔ جمعے کی نماز پڑھ
کے میں بھی اترا وہ بھی اترے تو وہ کچھ ٹھیکیدار سے پیسے کا ذکر ہورہا تھا۔وہ
کہہ رہا تھا ساٹھ لے لو وہ کہہ رہا تھا پچاس لے لو۔ بہر حال ایسی بات تھی۔
تو میں بھی کھڑا ہوگیا دیکھنے کے لئے کہ یہ نماز کو دونوں جارہے ہیں۔ ٹھیکیدار
بھی نماز کو جارہا ہے ہیڈ کلاس مین بھی نماز کو جارہے ہیں۔اور یہ پیسے کا
لین دین ہورہا ہے یہ جمعے کے بعدہی کرلیں۔میں یہ سوچ رہا تھا کہ اتنے میں
وہ امام صاحب نے اللہ اکبر کرکے رکوع کرلیا۔ تو ہیڈ کلاس مین کہنے لگے یار
پچاس ہی دے دے میری تو ایک رکعت ہی نکل گئی۔ انہوں نے جلدی سے پیسے لئے
اور نماز میں شریک ہوگئے۔ اچھا سب کا یہی حال ہے۔ یہ تو میں نے آپ کو ایک
مثال دی۔ ہر آدمی جو نماز پڑھتا ہے اسے پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ کیا کررہا
ہے۔ لیکن جب وہ دنیاوی کام کرتا ہے تو پوری مرکزیت ہوگی۔ دکان پہ بیٹھے گا
وہاں پوری مرکزیت ہوگی۔کوئی خط لکھے گا وہاں پوری مرکزیت ہوگی۔ کسی
اسکول میں بچوں کو پڑھائے گا وہاں پوری مرکزیت ہوگی۔ اور اگر مرکزیت
نہیں ہوگی تو نماز میں نہیں ہوگی۔ کہ کیا کریں مجبوری ہے خیال تو آتا ہی
ہے۔ بھئی خیال تو دنیا میں بھی آتے ہیں۔ لیکن ان دنیاوی خیالات کو آپ روکنے کے
لئے تدارک کرتے ہیں۔ کوشش کرتے ہیں۔ علاج کرتے ہیں۔ تو اسی صورت سے
اگر نماز میں خیالات آتے ہیں ہم ان کے لئے جدوجہد کریں کہ خیال آرہا ہے یہ
خیال کیوں آتا ہے۔ کوشش کریں، تدارک کریں ، علاج کریں۔ تو جس طرح دنیاوی
معاملات میں ہم ان خیالات سے نجات پالیتے ہیں اسی طرح دینی معاملات میں
بھی خیالات سے نجات پاسکتے ہیں۔ اور یہ تو اللہ کا وعدہ ہے کہ بندہ جب میری
طرف ایک قدم بڑھتا ہے تو میں دو قدم اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ بندہ جب
میری طرف لپکتا ہے تو میں بندے کی طرف دوڑتا ہوں۔ آپ قدم ہی نہیں اٹھائیں
تو اللہ آپ کی طرف قدم کیسے بڑھائے گا۔ ہاں تو اب یہ جو شر کے جو کام
ہورہے ہیں وہ اس لئے کہ ہم شر سے نکلنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور ہم نے

اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ لیا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ نہ ہمیں مرنا
ہے نہ ہمارا کوئی حساب کتا ب ہوگا۔ زبان سے ہم کہتے ہیں یقین نہیں ہوتا۔
اگر یقین ہوتو کوئی آدمی شر کی طرف جا ہی نہیں سکتا۔ اگر موت کا یقین
ہوجائے آدمی کو اور اس بات کا یقین ہوجائے کہ مرنے کے بعد جو کچھ ہم کرر
ہے ہیں جز ا یا سزا ہمیں بھگتنا ہوگا۔ تو آدمی شر کی طرف متوجہ نہیں
ہوگا۔ اب موت کا ذکر وہ کرتا ہے مرنا ہے۔ لیکن اس کو موت کے بعد کی زندگی
سچی بات ہے کہ اس کو یقین نہیں ہے۔ اس یقین کو حاصل کرنے کے لئے موت
کے بعد کی زندگی پر یقین حاصل کرنے کے لئے یہ روحانی لوگ شور مچاتے ہیں کہ
روحانیت تلاش کرو، روحانیت تلاش کرو۔ اب اس میں یہ کہتے ہیں کہ صاحب یہ
عجیب لوگ ہیں ۔ روحانیت تلاش کرو اس کا مطلب ہے کہ دنیا میں کچھ کرو
ہی نہیں۔ یہ لوگ اس طرح سے ہٹا دیتے ہیں۔ہمارے پاس ایسے بہت سارے بچے
ہیں بیچارے آکے روتے ہیں ان کے والدین یہ کہتے ہیں صاحب اگر خواجہ صاحب
کے پاس تم گئے ہماری طرف سے عاق کردئے جاؤگے۔ یا ہمیں چھوڑ دو یا خواجہ
صاحب کو چھوڑ دو۔ اب یہ بچے مجھ سے آکے پڑھے لکھے لوگ اچھے اچھے ڈاکٹری
میں پڑھنے والے، سائنس میں پڑھنے والے ۔ بی اے ، ایم اے وہ کہتے ہیں ابا سے
اباجی آپ جا کے دیکھ تو لیں کہ بھئی وہاں کوئی اگر خراب بات ہورہی ہے آپ
ہمیں منع کریں ۔ وہ کہتے ہیں زبان چلاتے ہو بس! بیویاں شوہروں سے لڑ رہی
ہیکہ اگر خواجہ صاحب کے پاس گئے تو ہمیں چھوڑ دو۔ ارے بھئی خواجہ صاحب
کوئی یہاں تاش کھیل رہے ہیں۔ کوئی سانپ کی بین بجاکے تماشہ دکھا رہے
ہیں۔ بات یہ ہے کہ خیر کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں ہے۔ شر کی طرف ذہن
جاتا ہے۔ وہ بیوی کو خیال ہے کہ اگر شوہر خواجہ صاحب کے پاس گیا تو خواجہ
صاحب وہاں جنگل میں جاکے بیٹھ گئے ہیں یہ بھی جنگل میں جاکے بیٹھ جائے گا
ہمیں روٹی کون لاکے دے گا۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تو بات یہ ہے
اگر خیر کی طرف آپ کا ذہن ہو اگر جس طرح آپ اپنے جسمانی بیماریوں کا
علاج کرتے ہیں۔ بخار ہواس کا علاج کریں گے۔ خارش ہو اس کا علاج کریں گے۔
بے خوابی ہو اس کا علاج کریں گے۔ ہر چیز کا علاج کرتے ہیں ناں ۔ تو اسی
صورت سے اگر یہ روحانی مرض ہے کہ آپ کا خیر کی طرف خیالات ایک نقطہ
پر مرکوز ہی نہیں ہوتا آپ اس کا علاج کریں گے اللہ شفاء دے گا۔ اس لئے کہ
اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ اللہ کہتا ہے جہاں تم ایک ہو وہاں میں دو ہوں، جہاں تم
دو ہو وہاں میں تیسرا ہوں۔ اور میں تو تمہاری رگ جان سے بھی زیادہ قریب
ہوں۔ جو چیز رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے اس کی طرف تو آپ کی توجہ
ہی نہیں ہے۔ اور جو آپ سے دور ہے ۔ مثلاً آپ کی بیوی ہے ۔ آپ کے بچے
ہیں ۔ آپ کے والدین ہیں۔ کچھ بھی آپ کہہ لیں وہ آپ کی رگ جان سے زیادہ
قریب تو نہیں ہیں۔ ان کے لئے آپ سب کچھ کرتے ہیں۔ گھر بنائیں گے۔ اس میں
ادھر سے قرضہ ادھر سے قرضہ ۔ لاکھوں روپے کی ڈیکوریشن آپ لگا دیں گے۔
وہاں میں مسجد میں دیکھتا ہوں تو پیسے لاکر دیتے ہیغفار بھائی یا جو بھی کھڑا

ہوتا ہے۔ تو جو دنیا کے سڑے ہوئے، گلے ہوئے ، بدبو دار نوٹ ہے وہ چھانٹ چھانٹ
کے اللہ کے نام پر دیتے ہیں۔ اور آپ یہ کہتے ہیں صاحب کے خیر کی طرف
ہماری توجہ ہی نہیں ہوتی۔ گھر میں آپ لگائیں گے ہزار روپے۔ اللہ کے نام پر
آپ روکے گن گن کے آپ ایک روپیہ دیں گے وہ بھی پتہ نہیں کس طرح نکالتے
ہیں۔ حالانکہ آپ اللہ کو کچھ بھی نہیں دے رہے ہیں۔ بھئی اگر آپ نے ایک
مسجد بنادی تو مسجد میں کیا اللہ میاں آکر آرام کررہے ہیں۔ دھوپ سے آپ
بچیں گے۔ سردی سے آپ بچیں گے۔ جب آپ اللہ کی عبادت کریں گے تو آرام آپ
کو ملے گا۔ اللہ میاں کو کیا ملے گا بھائی؟ آپ خیرات کریں دیگیں لٹائیں۔ کیا اللہ
میاں آپ کی وہ دیگیں کھارہے ہیں؟ وہ بھی آپ کے بھائیوں کو مل رہا ہے۔ آپ
کے بھائی کھارہے ہیں آدم اور حوا کے رشتے سے۔ آپ خود بھی کھارہے ہیں۔
بھائی کو بھی کھلارہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں ہم نے اللہ کے لئے دیگ لٹائی ہے۔
ارے بھائی اللہ نے کوئی روٹی کھانی ہے؟ اور تم نے تو اللہ کے دئیے میں سے دے
رہے ہو بھئی۔ تم کہاں سے لائے ہو؟ لیکن اللہ کے دئیے ہوئے میں سے بھی دیتے
ہوئے آدمی کی جان نکلتی ہے۔ میرے ایک دوست تھے۔ بہت پیسے والے۔ بہت
پیسے والے۔ میں ان کے گھر پہ بیٹھا ہوا تھا۔ تھے وہ دنیا دار بیچارے۔ وہ جیسے
دنیا کی ساری نعمتیں تھیں۔ تو ایک آدمی نے بیل دی۔ وہ گئے۔جاکے آئے اور بیگ
میں سے سب سے سڑا ہوا نوٹ پانچ روپے کا وہ جاکر اس کو دے دیا۔ پھر میں نے
پوچھا کہ بھائی صاحب کون آیا تھا۔ وہ کہنے لگے جی وہ محلے میں ایک میت
ہوگئی۔اس کے لئے چندہ جمع ہورہا ہے۔ میں نے کہا جی محلے میں میت ہوگئی
ہے اس کے لئے چندہ جمع ہورہا ہے اور آپ نے پانچ روپے دئیے۔ وہ کہنے لگے
کیوں؟ میں نے کہا بھئی اللہ نے آپ کو اتنا دیا ہوا ہے ۔ آپ کو تو یہ کہنا چاہئیے
تھا بھائی کتنے پیسے ہیں کتنے باقی۔ کہنے لگے میں نے کوئی ٹھیکہ اٹھایا ہوا ہے۔
تو میں نے کہا بھائی اللہ نے آپ کا ٹھیکہ اٹھایا ہوا ہے بس آج سے میری آپ سے
دوستی ختم! بہت بیچارے نے کوشش کی بڑی معافی تلافی کی میرا ایسا دل برا
ہوا ۔ آخر میں میں نے ان کو یہ دیکھا کہ بچے ان کے گاڑی لئے پھرتے تھے وہ
بسوں میں دھکے کھاتے پھرتے تھے۔ اور ایک بچہ گر کے سڑک میں مرگیا۔ ایک
آدمی لاکھوں پتی۔ اس زمانے کی آج سے بیس سال پہلے کی بات بتا رہا ہوں۔
جب کسی کفن کا ذکر آتا ہے تو میلا نوٹ لوگ نکال کر دکھاتے ہیں۔ اور جب
شراب کا ذکر آتا ہے تو ہزاروں روپے کی بوتلیں منگا لیتے ہیں۔ وہ کہتا ہے میں
نے کوئی ٹھیکہ اٹھایا ہوا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں
رکھے۔ معاف کرے آپ یہ دیکھیں کہ شر اور خیر تو ہم نے خودہی شر کو اپنے اوپر
مسلط کیا ہوا ہے۔ اللہ نے کتنی آپ کو نعمتیں دی ہیں۔ زمین دی اللہ نے آپ کو
گھر بنانے کو۔ اللہ نے آپ سے کون سے پیسے لئے۔ بھئی آپ کے بھائی بند ہی پیسے
لے رہے ہیں۔ اللہ نے آپ کو پانی دیا۔ اللہ میاں کو آپ نے کتنے روپ دے دئے۔ ہوا
دی، دھوپ ، آسمان۔ آپ کے جسم کے اندر خون پیدا کیا۔ خون کو دوڑا رہا ہے۔
انرجی دے رہا ہے۔ آپ نے اللہ کے لئے کیا کیا بھئی۔ کتنی بے شرمی، بے غیرتی ،

ظلم اور جہالت کی بات ہے کہ وہ اللہ جو آپ ایک بالش کے بچے سے سات فٹ
کا آدمی بنادیتا ہے ۔ آپ کے لئے وسائل فراہم کرتا ہے ۔ آپ کو روزی دیتا ہے۔
آپ کو بیوی بچے دیتا ہے۔ والدین کی سرپرستی آپ کو دیتا ہے۔ اور آپ اس اللہ
کے بارے میں کبھی سوچتے ہی نہیں ہیں۔ اور اگر آپ پانچ دس روپے خرچ بھی
کردیتے ہیں تو اس پہ بھی احسان کرتے ہیں۔ جبکہ اللہ کچھ کھاتا نہیں ہے۔ اللہ
پہنتانہیں۔ اگر آپ نے کسی غریب کو کپڑے پہنادئیے تو بھئی اپنے بھائی کو ہی
پہنایا ناں۔ اللہ تو اتنا رحیم وکریم ہے کہ آپ اپنے غریب بھائی کو جب کپڑے پہنا
دیتے ہیں اللہ اس سے خوش ہوتا ہے۔ کہ چلو میرے لئے اپنے بھائی کو پہنایا۔ اس
نے میری مخلوق کی خدمت کی۔ تو شر اور خیر ہر وقت انسان کے ساتھ لگا ہوا
ہے۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر آدمی اپنی جنت اپنی دوزخ ساتھ لئے پھرتا
ہے۔ شر بھی آپ کے اندر ہے۔ خیر بھی آپ کے اندر ہے۔ اب آپ شر کی طرف
متوجہ ہوتے ہیں تو آپ کا شر آپ کے ساتھ ہوتا ہے۔ آپ خیر کی طرف متوجہ
ہوں گے تو نور آپ کے ساتھ ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ شر سے کتنی
دوستی کرتے ہیں۔ اور خیر سے کتنی کرتے ہیں۔ اس میں جھکاؤ کی بات اللہ کی
طرف سے نہیں ہے۔ یہ انسان کی کمزوری ہے کہ وہ دنیا کو سب کچھ سمجھتا
ہے۔ اب جو بندہ پیدا ہوجاتا ہے وہ سمجھتا ہے مجھے تو مرنا نہیں ہے۔ مجھے تو
یہیں رہنا ہے۔ بڑے بڑے محلات ابھی شہنشاہ ایران ۔ دیکھیں آپ کے سامنے کا
ہے۔ اس سے بڑا تو امیر کوئی نہیں ہوسکتا ۔ کتے کی موت مرگیا اس کو اپنے
ملک میں اپنے وطن میں قبر بھی نصیب نہیں ہوئی۔ جہازہی میںمرگیا۔ لیکن یہ
سب کچھ دیکھنے کے باوجودسب کچھ تجربات کے باوجود انسان جو ہے ہائے دنیا،
ہائے دنیا، ہائے دولت، ہائے پیسے ، ہائے دولت ، ہائے پیسے ۔ وہ دولت کس کے
کام آتی ہے۔ حضور قلندر بابا اولیاء فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں بدترین بے وفا اگر
کوئی چیز ہے تو وہ دولت ہے۔ دولت نے کبھی کسی کے ساتھ وفا کی ہی نہیں
ہے۔ اگر یہ دولت اچھی چیز ہوتی تو پیغمبر اس سے اس طرح نہ بھاگتے جس
طرح بھاگے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ جبرئیل کو بھیجا کہ تم پریشان
نہیں ہو یہ پہاڑ سارے سونے کے بنانے کے ہم تمہاری تحویل میں دے دیتے ہیں۔
انہوں نے فرمایا الفقر فخرا ... میرے لئے تو یہی بس جو روٹی مل گئی ، کپڑا مل
گیا اللہ کا شکر ہے۔ تو شر کی طرف جھکاؤ اس لئے ہے کہ ہم جانتے بوجھتے شر
کی طرف جھکتے ہیں۔ اور اس لئے جھکتے ہیں کہ ہم اس زندگی کو سب کچھ
سمجھتے ہیں۔ اس زندگی کے بعد کی دوسری زندگی جو ہے وہ زبانی طور پر تو
اس کا تذکرہ کرتے ہیں لیکن اس پر یقین نہیں ہے۔ (اختتام)۔